روزنامہ

1913ء سے جاری شدہ

FR-10

الفضل

The ALFAZL Daily

ٹیلی فون نمبر 047-6213029

ایڈیٹر : عبدالسمیع خان

web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org

سوموار 13 مئی 2013ء .... 1434 ہجری 13 ہجرت 1392 ھش جلد 63-98 نمبر 107

ابدی تعلیمات

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

اور وہ کوئی حکم نہیں دیئے گئے سوائے اس کے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے، ہمیشہ اس کی طرف جھکتے ہوئے، اور نماز کو قائم کریں اور زکوۃ دیں۔ اور یہی قائم رہنے والی اور قائم رکھنے والی تعلیمات کا دین ہے۔ (البینہ:6)

اخلاق عالیہ صحابہ کرامؓ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ایک دن سرداران قریش نے مسجد حرام کے پاس حضرت نبی کریم ﷺ سے سوال و جواب کرنا شروع کر دیئے پھر پکڑ کر زدوکوب کرنے لگ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے شور وغل سنا اور دوڑے ہوئے آئے اور کہا۔

تمہارا برا ہو۔ اس عظیم انسان سے اس لئے لڑتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور یہ تمہارے پاس روشن دلائل لے کر آیا ہے۔

چنانچہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو چھوڑ دیا اور حضرت ابوبکرؓ کو مارنے لگ گئے۔ آپ کی بیٹی حضرت اسماء کہتی ہیں کہ ابا گھر آئے۔ آپ جب بالوں کو ہاتھ لگاتے تو وہ آپ کے ہاتھ میں آجاتے اس پر بھی کوئی شکوہ نہ تھا۔ بلکہ فرماتے رہے۔ تبارکت یاذوالجلال والاکرام۔ (استیعاب جلد 1 ص 343)

نماز دین کا ستون۔ مومن کا معراج اور قرب الٰہی کا بنیادی ذریعہ ہے۔ اگر ہر نماز سے قبل نیا وضو کر لیا جائے تو بڑے ثواب کا باعث ہے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام کو نماز سے جو لگاؤ تھا اور محبت تھی اس کی وجہ سے بعض صحابہ اس بات کی خاص پابندی کیا کرتے تھے کہ ہر نماز سے قبل نیا وضو کیا جائے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں کتب احادیث میں لکھا ہے کہ وہ ہر نماز سے قبل نیا وضو کیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب الطہارہ)

صحابہ کرامؓ جس مستعدی وسرگرمی کے ساتھ نماز پنجگانہ ادا فرماتے تھے سخت سے سخت مصروفیت کی حالت میں بھی جب نماز کا وقت آتا تو صحابہؓ تمام کاروبار چھوڑ کر سیدھے مسجد کی طرف ادائیگی نماز کے لئے چلے جاتے۔

حضرت سفیان ثوری سے روایت ہے کہ صحابہ خرید وفروخت کیا کرتے تھے۔ لیکن فرض نمازوں کو ہر صورت میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں بازار میں تھا کہ نماز کا وقت آگیا۔ تمام صحابہ دکانیں بند کر کے مسجد چلے گئے۔ قرآن کریم کی یہ آیت رجال لاتلهيهم ...... انہی کے بارہ میں نازل ہوئی۔ یعنی یہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید وفروخت خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔ (فتح الباری جلد 4 ص 253)

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کو نماز باجماعت ادا کرنے کا اس حد تک شوق تھا کہ بیماری اور تکلیف کے باوجود یہ کوشش کرتے کہ نماز مسجد میں ادا کی جائے۔ چنانچہ بعض صحابہ دوسروں کا سہارا لے کر مسجد پہنچتے اور نماز باجماعت ادا فرماتے۔

(نسائی کتاب الامامہ باب المحافظۃ علی الصلوۃ حیث ینادی)

اگرچہ حضرت نبی کریم ﷺ نے یہ اجازت دی ہوئی تھی کہ بارش میں گھروں میں نماز پڑھ لی جائے لیکن آپ کے صحابہ کو حضور کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا اس قدر شوق اور لگن تھی کہ بعض صحابہ بارش والی رات میں گھروں سے اس لئے نکل پڑتے تا کہ رسول اللہ کے ساتھ نماز ادا کر سکیں۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب مایقول اذا اصبح)

آسمانی تقدیر

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایم ٹی اے کی برکات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہم عاجز گنہگاروں اور کمزوروں کے سپرد اللہ تعالیٰ نے یہ کام کیا تھا کہ تمام دنیا کی قوموں کو (-) میں تبدیل کر دو۔ ہم پر یہ ذمہ داری ڈالی تھی کہ دنیا سے تمام سعید روحوں کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرو اور وہ ہاتھ حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ ہے اس ہاتھ پر اکٹھا کرنے کے لئے ہماری مجبوریاں، ہماری بے کسیاں، ہماری بے بساطی حائل تھیں...... مگر دیکھتے دیکھتے آسمان سے وہ تقدیریں نازل ہوئی ہیں جنہوں نے اس خواب کو آج کی ایک حقیقت میں تبدیل کر دیا۔"

(الفضل انٹرنیشنل 30 جولائی 1993 صفحہ 8)

(بسلسلہ فیصلہ جات مجلس شوریٰ 2013ء

مرسلہ: نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ)

اعلان بابت تصویر

اکتوبر 1966ء میں ربوہ کی بیت اقصیٰ کا سنگ بنیاد رکھا گیا تھا۔ اس اہم موقع پر کئی ایک تصاویر کھینچی گئی تھیں۔ ان میں سے اگر کوئی تصویر کسی دوست کے پاس ہو تو براہ کرم شعبہ ہذا کو عنایت کر کے ممنون فرمائیں۔ تصاویر سکین کر کے اسی وقت بحفاظت واپس کر دی جائیں گی۔ اور کوئی دوست خود سکین کر کے بھجوانا چاہیں تو ان سے درخواست ہے کہ تصویر سکین کر کے درج ذیل ایڈریس پر ای میل کر دیں

PH:+92-476211902
Fax:+92.47.6211526
Tareekh.ahmadiyyat@saap.org
Shoba Tareekh E Ahmadiyyat
P.O.Box: 20,Chenab Nagar
Rabwah, Distt: CHINIOT
PAKISTAN

(شعبہ تاریخ احمدیت)

تاریخ احمدیت کا ایک ورق

احمدیہ مشن سپین کا قیام 1946ء

سیّدنا حضرت المصلح الموعود کے دل میں سپین کے اندر از سرِ نَو دینِ حق کی حکومت قائم کرنے کی اس درجہ تڑپ تھی کہ جب مارچ 1946ء میں برطانوی وزارتی مشن ہندوستانی سیاست کی گتھیاں سلجھانے کے لئے ہندوستان آیا تو حضور نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

’’کیا سپین میں سے نکل جانے کی وجہ سے ہم اسے بھول گئے ہیں؟ ہم یقیناً اسے نہیں بھولے۔ ہم یقیناً ایک دفعہ پھر سپین کو لیں گے ...... ہماری تلواریں جس مقام پر جا کر کُند ہو گئیں وہاں سے ہماری زبانوں کا حملہ شروع ہوگا اور (دین حق) کے خوبصورت اصول کو پیش کر کے ہم اپنے ...... بھائیوں کو خود اپنا جزو بنالیں گے‘‘۔

اس اعلان پر ابھی دو ماہ بھی نہیں ہوئے تھے کہ مجاہدِ تحریک جدید مولوی کرم الٰہی صاحب ظفؔر اور مولوی محمد اسحٰق صاحب ساقی 3/احسان (جون) 1946ء کو سپین کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں پر لانے کا عزم کر کے لندن سے روانہ ہوئے اور 10/ ماہِ احسان (جون) کو اس کے دارالحکومت میڈرڈ میں پہنچ گئے۔ دونوں احمدی جو ان قریباً چھ ماہ سے دوسرے مجاہدین کے ساتھ لنڈن میں مقیم تھے اور نہایت بے تابی سے سپین میں داخلہ کی اجازت کا انتظار کر رہے تھے۔

حضرت مصلح موعود کا نہایت اہم بیان

سیّدنا المصلح الموعود نے فرزندانِ احمدیت کے سپین میں پہنچنے کی اطلاع پر بیت مبارک قادیان میں ایک تقریر کرتے ہوئے سپین میں مسلمانوں کے شاندار عروج اور دردناک زوال کی تاریخ پر نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی اور فرمایا:

’’اسلامی تاریخ میں ایک نہایت ہی اہم واقعہ سپین پر اسلامی لشکر کا حملہ ہے جس سے یورپ میں اسلام کا قیام ہوا۔ یوں تو سارے انسان ہی خدا تعالیٰ کے نزدیک ایک جیسے ہیں اور کسی جماعت یا کسی طبقہ کو کسی دوسرے جماعت پر فوقیت نہیں۔ لیکن یورپ اس اسلامی حملہ کے بعد سارے مشرق پر چھا گیا۔ گویا یہ اسلامی حملہ ایسا تھا جس نے ذوالقرنین کے بند کو توڑ دیا۔ یورپ سویا ہوا تھا اسلامی حملہ نے اسے بیدار کر دیا۔ یورپ غافل تھا اسلامی حملہ نے اسے ہوشیار کر دیا۔ اس نے بیدار ہوتے ہی ایشیا اور افریقہ پر قبضہ کر لیا۔ مسلمان اگر ہمّت دکھاتے اور جو چیز ان کو دی گئی تھی اسے مضبوطی سے پکڑے رکھتے اور اپنی طاقت کو کمزور ہونے سے بچاتے تو آج مسلمانوں کی یہ حالت نہ ہوتی کہ بجائے اِس کے کہ ایشیا یورپ پر قابض تھا آج یورپ ایشیا پر قابض ہے۔ اور بجائے اس کے کہ اسلام کے غلبہ اور شوکت کی وجہ سے یورپ میں عیسائیت کا نام ونشان نہ ملتا آج عیسائیت ایشیا میں اسلام کو کمزور کر رہی ہے......۔

اس ملک میں آج تک مسلمانوں کے بنائے ہوئے عالی شان محلات موجود ہیں۔ غرناطہ اور قرطبہ میں اِس اِس قسم کے محلات تھے کہ تاج محل ان کے مقابل پر کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ انسان جب ان کے کھنڈرات کی تصویروں کو دیکھتا ہے تو عش عش کر اُٹھتا ہے۔ غرناطہ میں ہزاروں باغات تھے۔ مسلمانوں کے وقت میں جگہ جگہ لائبریریاں تھیں۔ بعض کتب میں لکھا ہے کہ چھ سات سو کے قریب وہاں لائبریریاں تھیں اور بعض لائبریریوں میں لاکھ لاکھ ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ کتابیں تھیں۔ سارا یورپ وہاں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتا تھا جس طرح آج لوگ برلن اور انگلینڈ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں یہی حال اس وقت قرطبہ اور غرناطہ کا تھا اور فرانس کی یونیورسٹیوں میں اٹھارھویں صدی تک وہاں کی لکھی ہوئی کتابیں پڑھائی جاتی رہی ہیں۔ جس ملک میں مسلمانوں نے اس شان سے حکومت کی آج وہاں کوئی ایک مسلمان بھی نہیں ملتا۔ کوئی غیر ملک سے وہاں تعلیم کے سلسلہ میں یا اور کسی کام کے لئے گیا ہو تو اور بات ہے لیکن اس ملک کا کوئی باشندہ مسلمان نظر نہیں آئے گا۔ وہ لوگ جنہوں نے سینکڑوں سال تک سپین پر حکومت کی وہ آج سپین کے زیرنگیں ہیں اور وہ لوگ جو سپین کے بادشاہ تھے آج سپین کے غلام ہیں۔ یہ واقعات ایسے اہم ہیں جن کو کسی وقت بھی بھلایا نہیں جاسکتا۔ آٹھ سو سال کی حکومت کوئی معمولی بات نہیں لیکن آج اس ملک کی یہ حالت ہے اس میں کسی مسلمان کی ہوا تک سونگھنے کو نہیں ملتی۔ اندلس میں مسلمانوں کو جو شان و شوکت حاصل تھی اور پھر اس کے بعد جو سلوک وہاں کے مسلمانوں سے کیا گیا اسی طرح صقلیہ میں مسلمانوں کا جو رُعب و دبدبہ تھا اور اس کے بعد جس طرح انہیں وہاں سے نکالا گیا جب مَیں نے یہ حالات تاریخوں میں پڑھے تو مَیں نے عزم کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی تو مَیں ان علاقوں میں احمدیت کی اشاعت کیلئے اپنے (مربیان) بھجواؤں گا جو (دین حق) کو دوبارہ ان علاقوں میں غالب کریں اور (دین حق) کا جھنڈا دوبارہ اس ملک میں گاڑ دیں۔

پہلے مَیں نے ملک محمد شریف صاحب کو اس ملک میں بھیجا لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہاں اندرونی جنگ شروع ہوگئی اور سپین کے انگریزی قنصل نے ان سے کہا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں، پھر مَیں نے ان کو اٹلی بھیج دیا۔ مگر اب جو وفود گئے ہیں ان میں مَیں نے سپین کو بھی مدّنظر رکھا ہے اور اب خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے (مربیان) سپین کے دارالسلطنت میڈرڈ میں پہنچ گئے ہیں جیسا کہ اخبار میں شائع ہو چکا ہے۔ دو آدمی اتنے بڑے علاقہ کے لئے کافی نہیں ہو سکتے اور ہمیں اس کے لئے مزید کوشش جاری رکھنی ہوگی مگر سرِ دست ہم ان دو کو ہی ہزاروں کا قائمقام سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے لئے کثرت سے اہم مقامات پر نئے (دعوت الی اللہ کے) رستے کھل رہے ہیں اور وہاں سے پیاسی روحیں پکار رہی ہیں کہ ہماری سیرابی کا کوئی انتظام کیا جائے لیکن ہمارے پاس نہ اتنی تعداد میں آدمی ہیں کہ ہم ہر آواز پر ایک وفد بھیج دیں اور نہ ہی وفود بھیجنے کے لئے اخراجات ہیں۔ ایسے حالات میں ایک مومن کا خون کھولنے لگتا ہے، خصوصاً سپین اور صقلیہ کے واقعات کو پڑھ کر تو اس کا خون گرمی کی حد سے نکل کر ابلنے کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ جہاں ہمارے آباء واجداد نے سینکڑوں سالوں تک حکومتیں کیں اور وہ ان ممالک کے بادشاہ رہے وہاں مسلمانوں سے یہ سلوک کیا گیا کہ ان کو جبراً عیسائی بنالیا گیا اور آج وہاں اسلام کا نام لینے والا بھی کوئی نہیں۔ پھر یہ علاقے اِس لحاظ سے بھی خصوصیّت رکھتے ہیں کہ وہاں سے تمام یورپین ملکوں میں (دعوت الی اللہ) کے رستے کھلتے ہیں۔ پس اس فریضہ کو سرانجام دینے کے لئے ضرورت ہے اخلاص کی، ضرورت ہے متواتر قربانی کی، ضرورت ہے بلند عزائم کی‘‘۔

(تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 26 تا 29)

سپین کی نسبت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی پُرشوکت پیشگوئی

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے سپین کے مستقبل کی نسبت ایک نہایت پُرشوکت پیشگوئی 29/ ماہِ احسان/ جون 1349ھ بمطابق 1970ء کو فرمائی۔ حضور نے ارشاد فرمایا:۔

’’ہم (۔) سپین میں تلوار کے ذریعہ داخل ہوئے اور اس کا جو حشر ہوا وہ ظاہر ہے۔ اب ہم وہاں قرآن لے کر داخل ہوئے ہیں اور قرآن کی فتوحات کو کوئی طاقت زائل نہیں کر سکتی‘‘۔

(تاریخ احمدیت جلد 11 صفحہ 71)

مکرم ملک منور احمد جہلمی صاحب

محترم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد صاحب کا ذکر خیر

میرے پیارے دوست اور بھائی چوہدری مبارک مصلح الدین احمد صاحب اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ مگر ان کی دلربا یادیں دل کو ہمیشہ گرماتی رہیں گی۔ آپ نہایت مخلص، ملنسار اور خدا ترس انسان تھے۔ 22,20 سال سے اس عاجز کے ساتھ حقیقی بھائیوں جیسا سلوک فرماتے رہے۔ مجھے اکثر اوقات تحفے تحائف بھجواتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ ایک مرتبہ لفافہ سے پانچ ہزار روپے کا نوٹ برآمد ہوا۔ میں نے سمجھا کہ شاید غلطی سے یہ رکھ دیا ہوگا۔ لیکن خط کے آخر پر درج تھا کہ پانچ ہزار روپے ہدیہ ارسال ہے قبول فرمائیں۔ جس پر مجھے بے اختیار رونا آ گیا۔ اور کافی دیر تک اپنے محسن بھائی صاحب کی صحت و سلامتی کے لئے دعائیں کرتا رہا۔

چند ماہ قبل خاکسار فضل عمر ہسپتال میں داخل تھا اور جب گھر آ گیا تو مجھے کثیر رقم ارسال فرمائی اور لکھا کہ اپنی صحت کا خیال رکھا کریں۔ مجھے بھائی مرحوم سے اس وجہ سے بھی دلی الفت اور قلبی لگاؤ تھا کہ آپ میرے شفیق و مہربان استاد حضرت صوفی غلام محمد صاحب مرحوم کے فرزند گرامی تھے۔

بھائی جان کی طویل جماعتی خدمات دیکھ کر دل سے بے ساختہ دعائیں نکلتی ہیں۔ حضرت صوفی صاحب بڑے خوش نصیب تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپ جیسا پرہیزگار اور متقی فرزند عطا فرمایا۔ لازماً آپ کی روح کو راحت و تسکین ہوتی ہوگی۔ میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ دونوں باپ بیٹے کو اعلیٰ علیّین میں جگہ عطا فرمائے اور خدائی فضلوں کے وارث بنتے رہیں۔ آمین

بہت سا عرصہ گزرا ہے میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ بھائی جان ہمارے گاؤں کلر کہار تشریف لائے ہیں کلر کہار کے سب سے اونچے پہاڑ پر آپ اپنے رب کریم کے حضور سجدہ ریز ہیں۔ آپ کا جسم تقریباً تین آدمیوں کے برابر معلوم ہوتا تھا۔ نسواری رنگ کا کوٹ پہنے ہوئے ہیں۔ اوپر سے موسلا دھار بارش ہو رہی ہے مگر آپ مسلسل سجدہ میں پڑے رہے۔

محترم بھائی جان کی جدائی کا مجھے بہت غم ہے زیادہ لکھنا چاہتا تھا مگر کمزوری صحت کے باعث ایسا کرنے سے قاصر ہوں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی بیگم صاحبہ اور پانچوں بچے بچیوں کا حامی ناصر ہو۔ آمین

پبلشر و پرنٹر : طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ
مطبع: ضیاء الاسلام پریس
مقام اشاعت : دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ
قیمت 5 روپے

مکرم ظہیر احمد صاحب باجوہ نائب امیر جماعت امریکہ

ایک باوقار، نفیس، خادم خلق اور خلافت کے فدائی

اباجان مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ کی یادیں

اباجان کی پہلی یاد بھی عجیب یاد ہے۔ ربوہ میں ہمارا گھر بن رہا تھا۔ میں ابا کے ساتھ ہوں لڈوؤں کی تقسیم ہو رہی ہے خوشی کا موقع ہے۔ ابا ٹھیکیداروں کے ساتھ کچھ باتیں کر رہے ہیں چشمِ تصور میں دیکھا۔ اور پھر یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسا گھر تعمیر کرنے کی توفیق انہیں دی کہ جس میں ہر وقت ہی زبردست گہما گہمی رہتی۔ مہمانوں کا ایک طرح سے تانتا بندھا رہتا۔ ایک وقت میں تقریباً بیس بیس مہمان عزیز واقارب رہائش پذیر ہوتے وہ سب زیادہ تر ربوہ میں تعلیم حاصل کرنے آئے ہوتے سب یہاں اکٹھے ہوتے گویا کہ یہ سب رشتہ داروں کا گھر تھا۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ صرف دو کمروں میں چھت کا پنکھا تھا۔ گرمیوں کی دوپہر میں ایک کمرے میں تمام مرد حضرات اور دوسرے کمرے میں خواتین آرام کرتیں۔ اسی طرح رات کو گھر کے ایک حصہ میں مرد چارپائیاں بچھا کر سوتے اور عورتیں دوسرے حصہ میں۔ اور گھر میں سونے کے چار کمرے تھے مگر ملحقہ غسلخانے نہیں تھے۔ گھر میں چارپائیوں کے سوا مشکل ہی سے کوئی قابل ذکر فرنیچر تھا۔ کافی بعد میں فرنیچر خریدا گیا اور کمروں کے ساتھ غسل خانے تعمیر ہوئے۔ مگر ابا کو اٹیچ باتھ رومز اور فرنیچر وغیرہ سے ایک نوع کی تکلیف تھی اور وہ یہ تھی کہ کثرت سے ٹھہرنے والے مہمانوں کے لئے ایک طرح سے مشکل پیدا ہوگی۔ ان کی یہ بے چینی بعدہٗ درست ثابت ہوئی۔ ابا گھر میں آنے والے مہمانوں کی خدمت کرنے میں بہت خوشی محسوس کرتے ان کے آرام کا ہر ممکن خیال رکھنے میں کوشاں رہتے۔ اکثر نلکے سے خود پانی نکالتے اور ٹب بھر کر مہمانوں کو نہانے کے لئے پیش کرتے۔

خدا تعالیٰ نے ابا کو بہادری اور دلیری کا وصف بھی عطا کیا ہوا تھا۔ ایک دن جب سب کھانا کھا رہے تھے صحن میں نہ جانے کہاں سے ایک سانپ نکل آیا سب لوگ مارے خوف کے چارپائیوں پر چڑھ گئے۔ مگر ابا نے بڑے سکون کے ساتھ ایک لاٹھی لے کر اس کا پیچھا کیا اور سانپ کو مار دیا۔

دفتری کاموں، تمام ذمہ داریوں کو ادا کرتے وقت دلیرانہ سچائی سے فیصلے کرتے اور جماعت کے مفاد کو پیش نظر رکھتے۔ جماعتی خدمت کے دوران اگر کوئی مشکل صورتحال درپیش ہوتی تو ظاہر ہے کہ ایسے واقعات کو حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور پیش کرنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا، تاہم ایسے مواقع پر اعلیٰ عہدیداران بھی آپ کی ڈیوٹی لگاتے کہ حضور انور کی خدمت میں اطلاع کریں جو آپ بغیر حیل و حجت کمال سکون و ادب کے ساتھ پہنچا دیتے۔ مجھے یاد ہے کہ جماعت کے ایک بہت ہی بزرگ دوست نے مجھے ایک مرتبہ کہا کہ اپنی والدہ صاحبہ کو کہنا کہ وہ باجوہ صاحب کو صبح دفتر جانے سے پہلے ٹھنڈی اور میٹھی لسی پلا کر روانہ کیا کریں۔ میں نے گھر جا کر پیغام پہنچا دیا۔ آپ نے مجھے کہا کہ انہیں کہنا کہ آپ کی نصیحت پر عمل تو ہوگا لیکن کروں گا وہی جو جماعت کے مفاد میں درست خیال کروں گا۔

ان کی زندگی ایک سچے انسان کے طور پر گزری اور کام کو صرف بطور کام نپٹا دینے کے لئے انہوں نے کبھی نہیں سوچا بلکہ اس کو اس طرح کرتے کہ جو ان کے نزدیک اس کام کی درست اور حقیقی صورت ہوتی۔ اگر کبھی غلطی ہوتی تو بلا جھجک تسلیم کر لیتے اور خواہ مخواہ اپنے دفاع میں توجیحات اور عذرات کرنے کی عادت نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ سب کی نگاہ میں ان کا ایک وقار اور مقام تھا۔ کئی سال تک ناظر امور عامہ کی نازک ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق پائی۔ متوازن سوچ، صاف ذہن اور معاملات کی گہری سمجھ بوجھ کے ساتھ ساتھ معاملات کو طے کیا۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو ایک غیر معمولی بصیرت عطا فرمائی تھی۔ منٹوں میں کسی بھی معاملے کی حقیقت کو پا جاتے اور تفصیلی غور کے نتیجہ میں جو فیصلہ کرتے کبھی بھی اس پر ان کا معذرت خواہانہ رویہ نہ ہوتا تھا۔ میرے علم میں ہے کہ ان کے بعض فیصلوں پر ان کے بہت قریبی دوستوں کو بھی شکر رنجی ہوئی۔ مگر ان کی ناراضگی اور غصہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یا تو کسی خواب کی بنا پر یا صورتحال کی وضاحت پر جلد دور ہو جاتا۔ ایک دوست نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ باجوہ صاحب نے ایک فیصلہ ان کے خلاف دیا جس پر انہیں بہت تکلیف اور ناراضگی پیدا ہوئی اور انہوں نے حضور انور کی خدمت میں معاملہ پیش کرنے کا فیصلہ کیا مگر رات کو خدا تعالیٰ کا ایسا تصرف ہوا کہ انہوں نے خواب میں باجوہ صاحب کو خدا تعالیٰ کی طرف جھکے ہوئے دیکھا۔ اس سے ان کی ناراضگی کی کیفیت ختم ہوگئی اور انہوں نے اس کے بعد آپ کے فیصلوں کو تحسین کی نگاہ سے دیکھا۔

ابا نے گھر میں دودھ کے لئے بھینس رکھی ہوئی تھی اور اس کے لئے ایک ملازم مقرر تھا۔ جب کبھی وہ چھٹی چلا جاتا تو ہمارے لئے مسئلہ کھڑا ہو جاتا۔ ایک دفعہ ہم دونوں بھائی کھیلنے میں مصروف تھے۔ یہ جون کا گرم مہینہ تھا اور ربوہ کی گرمی اور دوپہر کا وقت مگر بھینس اسی طرح دھوپ میں بندھی ہوئی تھی ہمیں کہاں فرصت تھی توجہ ہی نہ ہوئی کہ اسے دیوار یا درخت کے سایہ میں منتقل کر دیں۔ اتنے میں بھینس نے دھوپ اور پیاس کی وجہ سے آوازیں نکالنا شروع کر دیں مگر ہم نے کوئی توجہ نہ کی۔ اسی دوران ابا دفتر سے آئے اور صورتحال دیکھی تو خاموشی سے کپڑے تبدیل کر کے نلکے سے پانی نکال کر بھینس کو پلایا اور اسے سایہ میں باندھ دیا۔ واپس آ کر نہائے اور پھر کھانا کھایا اور کسی ناراضگی کے بغیر صرف اتنا کہا کہ اچھے زمینداروں کے بیٹے ہو کہ جانور پیاس سے مرے جا رہے ہیں۔ ابا کی یہ بات آج بھی سوچتا ہوں تو شرم آنے لگتی ہے۔

ایک دن خاکسار کی ناسمجھی کی وجہ سے میری زبان سے جماعت کے متعلق ایک نامناسب بات نکل گئی جو نامناسب تو تھی ہی مگر ابا کے نزدیک وہ خلاف واقعہ بھی تھی۔ انہوں نے مجھے اس دن کچھ نہیں کہا مگر اگلے دن مکرم صدر صاحب خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے مجھے اپنے دفتر میں بلا کر نہایت احسن رنگ میں بعض امور کی طرف توجہ دلائی تو مجھے ایک دن پہلے والی بات یاد آ گئی یہ طریق میری اصلاح کے لئے ابا نے اختیار کیا جس کا دل پر اثر ہوا۔

میرے بچپن میں ابا نے ہر ایک بات پر روک ٹوک نہیں کی۔ چند بنیادی ضابطوں کو ملحوظ رکھتے۔ ان میں سے ایک اصول یہ تھا کہ سکول سے سیدھا گھر آنا ہے اور نماز مغرب کے بعد ماسوائے بیت الذکر میں اجلاس اور نماز عشاء کی ادائیگی کے اور کسی کام کے لئے گھر سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دن میں سکول سے دوست ڈاکٹر ابراہیم منیب احمد صاحب ابن مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب کے ساتھ ان کے گھر چلا گیا۔ وہاں حضرت چھوٹی آپا بھی موجود تھیں۔ ان سب کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا اور نماز عصر بیت مبارک میں ادا کر کے واپس گھر آیا تو گیٹ پر انتظار کر رہے تھے۔ ان کے پوچھنے پر میں نے تفصیل عرض کر دی تو انہوں نے کہا کہ سکول سے سیدھا گھر آنے کی جو پابندی ہے اس کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ اگلے دن مجھے مکرم سید میر محمود احمد صاحب ملے اور فرمانے لگے کہ تم میرے گھر کے فرد ہو مگر آئندہ سکول سے چھٹی کے بعد گھر جانا ضروری ہے۔ اس کے بعد جب چاہو ہمارے گھر آؤ۔ اس چھوٹی سی نصیحت میں کتنی بڑی حکمت پوشیدہ ہے۔

ابا نے ساری زندگی سفید پوشی میں گزاری۔ واقف زندگی ہونے کی وجہ سے مقررہ وظیفہ ملتا تھا مگر خدا تعالیٰ نے بڑا دل اور وسیع ظرف عطا کیا ہوا تھا۔ میں نے ایک دفعہ بچپن میں ضد کی کہ سائیکل لینا ہے۔ آپ نے کہا ٹھیک ہے۔ جب ہم لاہور گئے میں نے یاد کروایا تو انہوں نے کہا کہ اچھا لیتے ہیں۔ اس دوران میں نے ابا کو امی جان سے بات کرتے ہوئے سنا کہ اسے سائیکل کے مطالبہ سے باز کرو۔ امی جان نے کہا کہ آپ خود کہیں۔ ابا نے کہا کہ میں نے تو عہد کیا ہوا ہے کہ بچوں کے جائز مطالبات سے انکار نہیں کرنا۔ اس کے بعد میں نے یہ بات سننے کے باوجود اپنا مطالبہ قائم رکھا۔ تو آپ نے یہ صورتحال دیکھ کر ایک دوست سے 300 روپے اُدھار لئے اور مجھے ایگل سائیکل لے کر دی۔ اب مجھے احساس ہوتا ہے کہ بچپنے میں مجھ سے کیسی غلطی ہوئی آپ کو ایک مشکل صورت حال سے دوچار کر دیا۔

ہمارے گھر میں ایک لڑکا گھر کے چھوٹے موٹے کاموں کے لئے ملازم تھا۔ ایک دن میں نے اسے اپنی سائیکل صاف کرنے کے لئے کہا مگر اس نے لاپرواہی کرتے ہوئے مکمل صاف نہ کی۔ مجھے غصہ آیا اور میں نے طیش میں آ کر ابا کی موجودگی میں اسے ایک تھپڑ جڑ دیا۔ آپ اس وقت تو خاموش رہے مگر کچھ دیر بعد انہوں نے مجھے بلایا اور صرف اتنا کہا کہ تم نے اسے صرف اس لئے مارا ہے کہ تم میرے بیٹے ہو اور وہ ہمارا ملازم ہے۔ ان کی یہ بات مجھے کھا گئی اور مجھے لگا میری روح تک لرز گئی۔

1970ء میں ابا نے اپنے گاؤں چک 33 شمالی میں زمین کا چارج خود سنبھال لیا اور ہر جمعہ کو گاؤں جانا شروع کر دیا۔ گاؤں ربوہ سے 20 میل کے فاصلہ پر تھا۔ ابا کبھی جیپ پر، کبھی بس پر، کبھی ٹانگہ اور کبھی سائیکل پر اور کبھی پیدل بھی گاؤں جاتے رہے۔ ان کا معمول یہ تھا کہ وہ ربوہ سے سیدھے اپنے والد صاحب کی قبر پر دعا کے لئے جاتے پھر بیت الذکر جا کر دو نفل ادا کرتے۔ اس کے بعد اراضی کا جائزہ لیتے اور پھر گاؤں سے واپس آتے۔ پھر گاؤں کے جو لوگ اپنے مسائل کے لئے ڈیرہ پر موجود ہوتے، ان کے درمیان بیٹھتے ان کی باتیں سنتے اور حسب ضرورت مدد کرتے اور نمبرداری کے فرائض ادا کرتے۔ شام کو واپس ربوہ آ جاتے۔ وہ نمبرداری کے حوالے سے اپنی ذمہ داری کو نہایت احسن رنگ میں ادا کرنے کی کوشش کرتے۔ اہل دیہہ نہ صرف ان کی غیر معمولی عزت واحترام کرتے بلکہ ان سے محبت بھی رکھتے تھے۔ ابا اپنے گاؤں کی ترقی اور خوشحالی کے لئے اپنے ہر طرح کے تعلقات کا خوب استعمال کرتے اور چک کے رہنے والے تمام لوگوں کی خدمت میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھتے۔ ہمیشہ کوشش کرتے کہ مثالی کاشتکار بنیں۔ مگر اس کے لئے جن اخراجات کی ضرورت ہوتی ان کی جیب

اس کی اجازت نہ دیتی تھی۔ انہوں نے اپنے گاؤں اور دیگر افراد خاندان کی خدمت کے لئے اپنے کم وسائل کے باوجود جو کچھ ان کے لئے کیا اسے دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے اور دل سے بے اختیار دعائیں نکلنے لگتی ہیں کہ محض خدا کا فضل تھا جس کے نتیجہ میں یہ سب کچھ ممکن ہو جاتا۔ ہمیں جب بھی ضرورت ہوتی اور ہم مطالبہ کرتے تو وہ کہتے کہ میری قمیص کی سامنے والی جیب سے نکال لو۔ انہوں نے کبھی نہیں پوچھا کہ کیا ضرورت ہے اور کتنی رقم کی ضرورت ہے۔ مگر ہمیشہ ہماری ضرورت کے مطابق رقم مل جاتی تھی۔

میرے ابا نے گورنمنٹ کالج لائل پور (فیصل آباد) سے گریجوایشن کی۔ وہ بارہ بھائیوں اور تین بہنوں میں سب سے بڑے تھے۔ میرے ابا کی عمر 13 سال تھی جب میری دادی جان کی وفات ہوئی۔ میرے ابا کے اپنی والدہ سے 8 بھائی تھے۔ سب سے چھوٹے بھائی کی عمر 6 ماہ تھی۔ میرے ابا پہلوٹھی کے ہونے کی وجہ سے اپنی ماں کے لاڈلے تھے۔ آپ بھی والدہ سے غیر معمولی محبت رکھتے تھے۔ اسی جذبہ محبت کا حق ادا کرنے کے لئے دل میں یہ عہد کیا کہ اپنے چھوٹے بھائیوں کو پالوں گا۔ بعد میں آنے والے حالات نے یہ ثابت کیا اور سب اس بات کے گواہ ہیں کہ آپ نے اپنے اس عہد کو خوب نبھایا مجھے آج بھی حیرت ہوتی ہے کہ اتنی کم آمدنی کے باوجود انہوں نے کبھی بھی اپنے کسی بھائی یا عزیز کی ضرورت پورا کرنے سے انکار نہیں کیا اور خدا کے فضل سے ان کے تمام بھائیوں نے انہیں ہمیشہ عزت و احترام دیا اور بمنزلہ باپ سمجھا۔

جب میرے دادا جان کی وفات ہوئی تو میرے ابا کی دوسری والدہ سے ان کے مزید چار بھائی اور تین بہنیں تھیں۔ ان کی پرورش اور دیکھ بھال بھی ابا نے باپ بن کر کی۔ میں جب اپنے ابا کا والدہ کی طرف سے سوتیلے بہن بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک یاد کرتا ہوں تو ابا کی وہ بات یاد آجاتی ہے جو انہوں نے ایک دفعہ مجھے خود بتائی تھی کہ انہوں نے اپنی والدہ اور والد صاحب کی وفات پر اپنے آپ سے یہ عہد کیا تھا کہ اپنے بہن بھائیوں کو والدین کی کمی محسوس نہیں ہونے دوں گا۔

ابا نے تقریباً 25 سال کی عمر میں خدمت دین کے لئے زندگی وقف کی۔ اس سے قبل وہ سرکاری ملازم تھے۔ وقف زندگی کی سعادت ملنے پر ساری زندگی شکر ادا کرتے رہے اور خاکسار کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ اپنے آسمانی آقا کے ساتھ کئے ہوئے عہد وقف کو ساری زندگی بڑے وقار سے نبھایا۔ اس برکت کی وجہ سے ابا نے اپنے وسیع خاندان میں بلاشبہ بہت عزت و احترام پایا۔ وہ اپنے سارے خاندان بشمول غیر احمدی افراد کے خاندان میں بہت صائب الرائے اور سرپرست کے طور پر جانے جاتے تھے۔ سارے عزیز و اقارب بڑے بھرم کے ساتھ مشورہ کے لئے آتے۔ آپ انہیں بہترین مشورہ دیتے اور تمام عزیز رشتہ داروں کو ان کے مشورہ اور نصیحت کی قدر و قیمت کا خاص احساس رہتا۔ نہ صرف عزیز و اقارب بلکہ دوستوں اور ملنے والوں سے بھی محبت اور پیار کا رشتہ قائم رکھتے۔ مثلاً اپنے دوست سید عبدالرزاق شاہ کے ساتھ تقریباً اکثر ربوہ کی پہاڑی پر چڑھ کر وہاں پستول سے نشانے بازی کی مشق کرتے۔ جمعہ کے دن سکول اور دفتر میں چھٹی کی وجہ سے ہمیں بھی کبھی کبھی ساتھ لے جاتے اس روز ناشتہ وہیں پر ہوتا اور ہم بھی پسٹل شوٹنگ کی مشق کرتے۔ مکرم سید میر داؤد احمد صاحب کے ساتھ ابا کے بہت قریبی تعلقات تھے اور ان کی وفات نے آپ پر بے حد اثر ڈالا۔ آپ کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی کہ وہ میر صاحب کی فیملی کی جس طرح بھی ممکن ہو کوئی خدمت کر سکیں اور خیال رکھ سکیں۔ سید میر قمر سلیمان صاحب نے خاکسار کو بتایا کہ ابا جب کبھی بیرون ملک گئے تو ہمیشہ محبت اور پیار کے اظہار کے طور پر مختلف جگہوں سے تہنیتی کارڈ بھجواتے۔ ایسا ہی تعلق مکرم پیر معین الدین صاحب کے ساتھ بھی تھا جو بہت محبت بھرا اور دوستانہ تھا۔ احباب جماعت کے ساتھ بھی بہت گہرے اور دیرپا تعلقات ہوتے تھے۔ ان کی ہر غمی اور خوشی میں شامل ہونا فرض سمجھتے تھے اور اپنے دوستوں کے ساتھ ان تعلقات کو قائم رکھنا، نبھانا اور ان کا حق ادا کرنا خوب جانتے تھے۔ اس حوالہ سے ایک سفر یاد آرہا ہے خواجہ عبدالرحمٰن صاحب آف سیالکوٹ ابا کے بہت اچھے دوست تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی دعوت ولیمہ پر آپ کو بھی مدعو کیا ہوا تھا۔ ان دنوں سفر بہت مشکل ہوا کرتا تھا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب سے جیپ لی جس کی حالت کوئی بہتر نہ تھی۔ اس کی کھڑکیوں کے شیشے بھی بند نہ ہوتے تھے۔ سردیوں کا موسم تھا۔ ابا نے مجھے ساتھ لیا اور سفر شروع کر دیا۔ سیالکوٹ پہنچ کر دعوت ولیمہ میں شرکت کی۔ خواجہ صاحب کو مبارکباد دے کر اسی جیپ میں رات ہونے کی وجہ سے ربوہ کا سفر کرنے کی بجائے لاہور پہنچ گئے۔ رات چچا کے گھر قیام کیا۔ چچا بہت خوش ہوئے۔ آپ کے احترام کی وجہ سے چچا نے اگلے روز دفتر سے چھٹی کرنے کا پروگرام بنایا اور آپ سے پوچھا کہ بھائی جان کل کیا پروگرام ہے تاکہ میں دفتر سے رخصت لے لوں۔ ابا نے بتایا کہ سیالکوٹ گئے تھے آج آپ کے پاس رات ٹھہر کر صبح ربوہ چلے جائیں گے۔ چچا نے ہمدردی اور محبت کی راہ سے کہا کہ بھائی جان سردیوں کا موسم ہے آپ اپنی صحت کا خیال رکھا کریں۔ ایک دعوت ولیمہ کے لئے ایسی گاڑی میں اتنا لمبا سفر آپ کے لئے مناسب نہیں تھا۔ آپ نے جواب دیا کہ دوستوں سے تعلقات نبھانے ہی سے قائم رکھے جاسکتے ہیں اور ان کا حق ادا کرنے کے لئے تکالیف کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ آپ کا جواب ہمیشہ کی طرح مختصر اور بے حد بامعنی تھا یعنی تعلقات کو نبھانا ایک قربانی کا متقاضی ہوا کرتا ہے۔

ابا کے ایک بہت اچھے اور پیارے دوست تھے بہلول پور کے چوہدری عصمت اللہ صاحب کے صاحبزادے چوہدری صلاح الدین صاحب جن کے ساتھ ہمارے گہرے خاندانی مراسم تھے۔ چوہدری صاحب بھی واقف زندگی تھے اور آپ کے ساتھ ان کی غیر معمولی قربت تھی۔ چوہدری صلاح الدین صاحب سلسلہ کے انتھک خدمت گزار تھے 1983ء میں ان کی زندگی میں ایک بہت بڑی آزمائش آئی۔ ان کی کسی غلطی کی وجہ سے انہیں وقف سے فارغ کر دیا گیا۔ ابا کو ان کے اس ابتلاء پر بہت ہی زیادہ تکلیف اور پریشانی تھی۔ ابتلاء کے دوران 1987ء میں چوہدری صلاح الدین صاحب کی وفات نے آپ پر بہت شدید اثر ڈالا اور محض خدا کے فضل ہی سے اس صدمے کو جھیل سکے۔ پھر خدا کا کرنا کیا ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے اپنے خطبہ جمعہ میں چوہدری صاحب مرحوم کا ذکر خیر بہت محبت کے ساتھ فرمایا اور ان کی دینی غیرت، اطاعت اور ابتلاء میں ثابت قدمی کی تعریف فرمائی اور حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ نے چوہدری صاحب مرحوم کا جنازہ پڑھایا۔ اس الٰہی منشاء سے ابا کو بہت تسلی اور اطمینان قلب نصیب ہوا کہ ان کے عزیز دوست کا انجام بخیر ہوا۔

بہت سارے لوگ ابا کے پاس امانتیں رکھوایا کرتے تھے۔ ایک اکاؤنٹ کے بارہ میں میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ ابا اور اکاؤنٹ کھولنے والے دوست، دونوں کے دستخطوں سے اکاؤنٹ سے رقم نکلوائی جاسکتی تھی۔ ابا کی وفات کے بعد وہ دوست میرے پاس آئے اور جھجکتے ہوئے مجھ سے اکاؤنٹ کے متعلق بات کی۔ میں نے انہیں کہا کہ مجھے تفصیلات کا علم نہیں مگر کاغذات موجود ہیں جائزہ لیتے ہیں۔ اس نے بتایا کہ باجوہ صاحب کے ذمہ کچھ رقم نکلتی ہے میں نے انہیں کہا کہ بنک چلتے ہیں اگر اکاؤنٹ میں رقم کم ہوئی تو میں پوری کر دوں گا۔ ہم نے بنک میں جا کر جائزہ لیا تو یہ دیکھ کر ہم دونوں حیران رہ گئے کہ اکاؤنٹ میں چند ہزار روپے کی زائد رقم موجود تھی اور بطور امانت پڑی ہوئی تھی۔

خدا تعالیٰ نے جماعت پر بے شمار انعامات کئے ہیں۔ ابتدائی واقفین زندگی نے کن کن حالات میں اپنے فرائض سرانجام دیئے سوچ کر حیرانی بھی ہوتی ہے اور ان کی قربانیوں پر رشک بھی آتا ہے۔ خاکسار کے ایک دوست بشیر لطف الرحمٰن صاحب نے بتایا کہ وہ 1952ء میں لندن کے قریب نیول اکیڈمی میں زیر تعلیم تھے۔ ان کے والد صاحب نے انہیں بذریعہ خط ہدایت کی کہ چھٹیوں میں وہ دس دن کے لئے بیت فضل جا کر رہیں تاکہ لندن میں جماعتی رابطہ کی صورت پیدا ہو سکے۔ مکرم بشیر لطف الرحمٰن صاحب نے اس وقت کے امام بیت فضل کو بذریعہ خط اطلاع دی کہ وہاں آکر چند روز قیام کرنا چاہتے ہیں۔ امام صاحب نے خوشی کا اظہار کیا اور وہ مقررہ وقت پر رات کو بیت فضل پہنچ گئے۔ کیونکہ وہ رات کو لیٹ پہنچ رہے تھے اس لئے راستے میں ہی کھانا وغیرہ کھا لیا تھا۔ مکرم امام صاحب نے سونے کے لئے انہیں کمرہ کھول دیا اور بتایا کہ ساتھ والے کمرہ میں صبح پونے سات بجے نماز فجر ادا کرتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں امام صاحب کافی کا ایک کپ لے آئے کہ سردی بہت زیادہ ہے اس لئے آپ کافی پی لیں۔ اس کے بعد تھوڑی ہی دیر گزری تھی امام صاحب آئے اور کہا چونکہ سردی بہت ہے اور ایک کمبل ہمارے پاس زائد ہے آپ وہ رکھ لیں۔ مکرم بشیر لطف الرحمٰن صاحب نے بتایا کہ سردی بہت تھی اس وقت کسی قسم کی ہیٹنگ وغیرہ کا انتظام نہ تھا اس لئے ساری رات نہ سو سکا۔ انہیں معلوم تھا کہ صبح پہلی ٹرین چھ بجے روانہ ہوتی ہے اور نماز فجر کا ٹائم 6:45 تھا انہوں نے ایک خط امام صاحب کے نام لکھ کر چھوڑ دیا کہ یہاں اتنی شدید سردی ہے کہ میرے لئے ممکن نہ ہے کہ حسب پروگرام رہ سکوں اس لئے صبح کی پہلی ٹرین سے واپس جا رہا ہوں۔ ان کے لئے یہ بات حیرانی کا باعث ہوئی جب ان کو میرے بھائی مکرم منیر احمد باجوہ صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ اس وقت ہمارے ابا وہاں امام بیت فضل تھے اور ایسے حالات میں اپنے فرائض منصبی ادا کر رہے تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ابا کے ساتھ بہت محبت کا سلوک فرمایا کرتے تھے اور آپ خلافت کے بے دام غلام تھے۔ مجھے ایک واقعہ یاد آتا ہے تو دل میں ایک خوشی بھر آتی ہے۔ آپ 1989ء کے جوبلی جلسہ پر چھٹی لے کر لندن آئے۔ میں امریکہ سے ان سے پہلے پہنچ گیا۔ وہ بدھ کے روز لندن پہنچے اور آتے ہی کہا کہ حضور سے ملاقات کرنی ہے مجھے بیت فضل لے چلو۔ میں نے کہا کہ کل چلیں گے آج آپ آرام کر لیں مگر انہوں نے کہا کہ نہیں آج ہی جانا ہے۔ ہم بیت فضل پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضور تو اسلام آباد جا چکے ہیں۔ ابا نے کہا کہ اسلام آباد چلتے ہیں۔ اسلام آباد میں دفتر پرائیویٹ سیکرٹری سے معلوم ہوا کہ پاکستان سے آنے والے احباب کی حضور سے ملاقات جلسہ کے بعد ہوگی۔ ابا نے کہا ٹھیک ہے

اور واپس لندن آ گئے۔ اگلے دن جمعرات کو مجھے کہنے لگے کہ میرے لئے کرسی کا ٹکٹ بنوا دو۔ میں نے متعلقہ منتظمین سے رابطہ کیا تو معلوم ہوا کہ کرسی کا ٹکٹ یا تو نمائندگان کے لئے ہے یا معذور احباب جماعت کے لئے۔ اس لئے معذرت کر دی۔ میں نے ساری صورتحال ابا کے گوش گزار کر دی۔ جلسہ شروع ہونے سے پہلے حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب جو اس وقت ناظر اعلیٰ تھے سے ملاقات ہوئی۔ ابا ان کے ساتھ باتیں کرتے رہے پھر ابا نے اجازت چاہی تو میاں صاحب مرحوم نے کہا کہ آپ یہیں کرسی پر بیٹھ جائیں لیکن ابا نے کہا کہ میرے پاس کرسی کا ٹکٹ نہیں ہے اس لئے مناسب نہیں اور سامنے پنڈال میں بیٹھ گئے اور جلسہ کی کارروائی شروع ہوگئی۔ تلاوت کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی نظر آپ پر پڑی تلاوت ختم ہونے پر حضور نے مائیک پر فرمایا کہ چوہدری ظہور احمد باجوہ صاحب سٹیج پر تشریف لے آئیں۔ آپ سٹیج پر حاضر ہو گئے۔ حضور نے ابا سے معانقہ فرمایا اور دونوں گالوں پر پیار کیا۔ اس کے بعد حضور نے ہدایت فرمادی کہ باجوہ صاحب کے آنے جانے کے لئے کار کا انتظام کر دیا جائے۔ اب یہ ایک روحانی اطمینان اور مسرت سے لبریز واقعہ تھا جو سراسر الٰہی منشاء اور تصرف کے نتیجہ میں واقع ہوا چنانچہ یہ میٹھی میٹھی یاد میرے دل میں ہمیشہ ہلکورے لیتے رہتی ہے۔

آپ کو مطالعہ کا بے انتہا شوق تھا۔ ہمارے گھر Reader,s Digest اور Time میگزین باقاعدگی سے آتے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اردو کے مختلف رسالے بھی لگوا رکھے تھے جن کا وہ باقاعدہ مطالعہ کرتے۔ چنانچہ ذوق مطالعہ اور خلوت کے ساتھ ساتھ اطاعت اور خدمت سے ایک اور روشن پہلو نمودار ہونا شروع ہوا اور وہ ابا کا سلطان القلم کی معاونت میں خدا کے فضل سے شامل ہونا تھا آپ نے ہر ایک اہم موضوع پر قلم اٹھایا۔ تعلیم و تربیت، دعوت الی اللہ، اصلاحی اور علمی ان گنت مضامین اور خطوط لکھے جو اردو اور انگریزی دونوں میں تھے۔ نماز ظہر کے بعد دوپہر کے کھانے پر گھر آتے اور بجائے ستانے کے نماز عصر تک مطالعہ کرتے اور نماز عصر کے بعد الفضل کا مطالعہ کرتے اور پھر دیگر کاموں کی طرف توجہ دیتے۔ ہمیشہ نماز مغرب کے بعد رات کا کھانا کھالیتے اور نماز عشاء کے بعد کچھ دیر مطالعہ میں مصروف رہتے اور پھر جلد سونے کے لئے چلے جاتے۔ تمام نمازیں بیت الذکر میں باجماعت ادا کرتے سوائے اس کے کہ کبھی موسم سرما میں سانس کی تکلیف کی وجہ سے نماز فجر گھر پر ادا کرتے۔

ابا نے بے حد نفیس طبیعت پائی تھی ہمیشہ صاف ستھرا لباس زیب تن کرتے۔ اگر ان کے پاس ایک ہی قمیص ہو تو یہ بات ان کی طبیعت میں داخل تھی کہ وہ اسے ایسے استعمال کرتے جیسے کہ نئی ہو۔ دور کے جاننے والوں نے بھی انہیں خوش پوش بتایا۔ اس نفاست اور سادگی کے ساتھ ساتھ وہ بہترین چیزوں کا طبعاً ذوق رکھتے تھے۔ ابا کوئی اور جدید اشیاء کا بہت شوق تھا۔ جب آپ امام بیت فضل لندن تھے تو بہت غربت کا دور تھا۔ اس وقت بیت فضل لندن اور مشن ہاؤس میں گیس کا انتظام نہ تھا۔ کیونکہ جماعت گیس کا بل ادا نہیں کر سکتی تھی۔ انہی دنوں ایک احمدی ایک کار پاکستان بھیجنا چاہتے تھے۔ مگر نئی کار کو پاکستان بھیجنے پر زیادہ ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا اس لئے یہ طے پایا کہ یہ کار امام بیت فضل لندن استعمال کیا کریں تا کہ جب کار پاکستان بھجوائی جائے تو استعمال شدہ ہونے کی وجہ سے کم ٹیکس ادا کرنا پڑے۔ اس کار کی مشن ہاؤس میں موجودگی پر کئی دوستوں کو باتیں بنانے کا موقع بھی ملا۔ مگر ابا اس کار کو جماعتی کاموں کے لئے استعمال کرتے رہے۔ اس خیال سے کہ یہ ایک غیبی مدد ہے جو کچھ دیر کی آسانی کی اللہ تعالیٰ نے سبیل پیدا کر دی ہے۔

ابا کی 1955ء میں انگلستان سے واپسی پر ربوہ تقرری ہوئی۔ پہلے تبشیر ربوہ اور پھر حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب جو کہ ناظر اصلاح وارشاد تھے کے ساتھ نائب ناظر کے طور پر تقرری کر دی گئی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب نے اس وقت جو نصیحت ابا کو فرمائی وہ یہ تھی کہ کسی کو احمدی بنانے پر سالوں لگتے ہیں اس لئے کسی کو سزا کے طور پر جماعت احمدیہ سے نکالنے کے لئے جلد بازی نہیں ہونی چاہئے۔ 1970ء میں ابا کی تقرری ناظر امور عامہ کے طور پر ہوئی اور آپ نے حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب سے چارج لیا تو انہوں نے بھی ابا کی درخواست پر یہی نصیحت کی کہ امور عامہ میں کئی قسم کے معاملات کی فائلیں ہیں مگر ہمیشہ کوشش کرنا کہ کسی کے اخراج کے لئے جلد بازی میں سفارش نہیں کرنی۔ 1994ء میں ابا نے مجھے ایک خط لکھا اور فرمایا کہ میں یہ نصیحت اس خط کے ذریعہ سے تمہیں منتقل کرنا چاہتا ہوں۔

میرے وقف کی شروعات بھی بڑی عجیب ہیں۔ جب میری عمر 11 برس تھی تو حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے ایک دن میری والدہ سے کہا کہ ''ظہیر کو واقف زندگی بنانا'' بعد ازاں میٹرک کے کمزور نتائج کی وجہ سے جامعہ احمدیہ میں داخلہ نہ ہو سکا اور یوں لگا کہ جیسے وقف زندگی ہونا ایک خواب و خیال ہو گیا ہے۔ چنانچہ یہ بات آئی گئی ہوگئی۔ میں نے آرٹس کے مضامین لے کر کالج میں داخلہ لے لیا اور پھر محض خدا تعالیٰ کے فضل سے ایم بی اے کرنے کی بھی توفیق مل گئی۔ میرے وقف ہونے کا ابھی دور دور تک کوئی نشان نہ تھا۔ میٹرک میں اعلیٰ نمبر حاصل نہ کرنے کے سبب جامعہ احمدیہ میں اس لئے بھی میں نے داخلے کی درخواست نہ بھجوائی تا کہ یہ بات کہیں مجھ پر لاگو نہ ہو کہ احباب جو کم نمبر لے اسے جامعہ کے لئے وقف سمجھتے ہیں۔ میرے دل میں یہ بات ہمیشہ ایک خلش بن کر چبھتی رہی۔ ادھر ایم بی اے کا ابھی دوسرا سمیسٹر ہی تھا کہ مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب (میاں احمد) نے مجھے یاد دلایا کہ تم نے کوئی وعدہ کیا ہوا ہے۔ میں نے بھی ایک لمحہ ضائع کیے بغیر وقف کی درخواست سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی خدمت میں ارسال کر دی۔ درخواست قبول ہوگئی اور دفتر پرائیویٹ سیکرٹری سے درخواست کا جواب ابا کے دفتر پہنچا۔ معمول کی ڈاک دیکھنے کی عادت میں آپ نے وہ خط کھول لیا جو میرے نام تھا۔ میں ان دنوں ظاہر ہے چھٹیوں پر گھر ہی تھا۔ آپ آئے پہلے تو انہوں نے مجھے دونوں گالوں پر چوما پھر اس انتہائی خوشی کے اظہار کے بعد کہنے لگے معذرت خواہ ہوں کہ تمہارے نام کا خط بے دھیانی میں میں نے کھول لیا۔ میں مسکرا دیا۔ اور آج تک ایک میٹھی مسرت مجھے ہلکورے دیتی ہے کہ وہ خط ابا ہی کے کھولنے کے لئے تھا ورنہ بیٹے کو چوم کر گلے لگا کر دعائیں دیتے ہوئے ابا کا وہ دمکتا ہوا چہرہ میں کیسے دیکھتا۔ لیکن وقف کے ساتھ ایک اور حیرت ناک واقعہ میرے ساتھ وقوع پذیر ہونے لگا۔ میری حقیر فقیر طالب علمی کی زندگی کو چار چاند لگ گئے۔ ایم بی اے میں پوری یونیورسٹی میں ٹاپ کیا یعنی پہلی پوزیشن حاصل کی اور قائد اعظم اسکالرشپ کے اعزاز کا حقدار ٹھہرا۔ اس کے بعد ڈاکٹریٹ کرنے کی توفیق ملی۔ سبحان اللہ بے شک سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔

جب ابا آخری دفعہ امریکہ تشریف لائے تو مجھے بتایا کہ میں اپنی زندگی، اپنے بچوں اور اپنے پروردگار سے بے انتہا خوش ہوں۔ اس نے ان گنت نعمتوں سے نوازا ہے اور ساتھ ہی مجھے اپنا وصیت سرٹیفیکیٹ دیا جس کے مطابق ان کے تمام بقایا جات وہ ادا کر چکے تھے۔ آپ کو میرے وقف زندگی ہونے پر ایک غیر معمولی خوشی تھی۔ اب مجھے احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے مجھے زبان سے کچھ کہے بغیر وقف کے لئے تیار کیا تھا۔ ابا مجھے مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب (میاں احمد) کے ساتھ دیکھ کر ہمیشہ خوش ہوا کرتے تھے اس سے خیال آتا ہے کہ وہ مجھے وقف کے بارہ میں آہستہ آہستہ تیار کرتے رہے۔ خاکسار کے دل میں خدا کے فضل سے خلافت احمدیہ اور خاندان حضرت مسیح موعود کے افراد کی جو محبت ہے درحقیقت اس کا بیج آپ ہی نے بویا تھا۔

جماعتی مقدمات کی وجہ سے آپ تین دفعہ گرفتار ہو کر جیل گئے۔ ہر دفعہ یہی کہتے کہ میں اپنے خدا کی رضا پر راضی ہوں۔ خدا کا شکر ہے۔ اسیر راہ مولیٰ ہوں کسی اخلاقی جرم کی وجہ سے نہیں۔ 71 دن حوالات میں رہنے کی وجہ سے ان کی صحت پر بہت برے اثرات مرتب ہوئے۔ وہ ان حالات کے عادی نہ تھے جن سے واسطہ انہیں جیل میں قید کے دوران پڑا۔ جیل کی صفائی کے نامناسب انتظامات، جائز سہولتوں کی عدم موجودگی اس کی وجوہات تھیں۔ میں نے آپ سے جب پوچھا کہ قید میں تو آپ نے آپ سے جب پوچھا کہ قید میں تو آپ نے بہت تکلیف اُٹھائی تو کہنے لگے نہیں کوئی ایسی خاص نہیں۔ پھر خاموش رہنے کے بعد بہت آہستگی اور درد سے صرف یہ کہا کہ جب بارش ہوتی تو قید خانے کا صحن غلاظت سے بھرے پانی کا تالاب بن جاتا جس میں پاؤں ڈوبے رہتے۔ پھر کچھ نہیں کہا یہ ہولناک خاموشی میرے رگ و پے پر اُترنے لگی۔

ابا کی یادیں تو بہت ہیں۔ انشاء اللہ زندگی نے اگر وفا کی تو آپ کے حالات ضرور ضبطِ تحریر میں لاؤں گا۔

بقیہ صفحہ 6۔ حاصل مطالعہ

دینے یا سختی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مجھے آسانیاں پیدا کرنے والا بہترین معلم بنا کر بھیجا ہے۔ ہم ان کی امت ہیں ان کے جشن ولادت پر سڑکیں، بازار رکاوٹیں کھڑی کر کے بند کر دیتے ہیں لوگوں کے رستے روک لیتے ہیں، کیوں آخر کیوں؟ ہمیں سوچنا ہوگا ہمیں اپنے کردار کا جائزہ لینا ہوگا۔ ہمیں غلامی رسول ﷺ میں موت بھی قبول کرنا ہوگی اور زندگی بھی۔ ہمیں اپنے کردار، قول و فعل کے تضاد سے باہر نکلنا ہوگا اور سب سے بڑھ کر ہمیں یہ طے کرنا ہوگا کہ ہمیں جینے کے ڈھنگ آتے بھی ہیں یا نہیں۔ مجھے کہنے دیجئے کہ ہمیں ایسی باتوں سے بچنا ہوگا ورنہ تباہی، ناکامی، بربادی، رسوائی ہمارے چار سمت قہقہے لگا رہی ہے۔ یہ سلسلہ رکنے والا نظر نہیں آتا۔ بظاہر ہمارے کرداروں میں تبدیلی کے آثار بھی نظر نہیں آتے۔

(روزنامہ جنگ لاہور مورخہ 27 جنوری 2013ء)

مکرم نذیر احمد خادم صاحب

حاصل مطالعہ۔ اخبارات و رسائل کے مفید اقتباسات

اسلام کا حقیقی تصور

ہارون الرشید اپنے کالم ''نا تمام'' میں زیر عُنوان ''عشق لا حاصلی کا کھیل نہیں'' لکھتے ہیں۔

ٹیلی ویژن پر خبر یہ تھی: برطانیہ کی ایک عدالت نے پاکستانی خاتون کو سترہ سال قید با مشقت کی سزا دی ہے، جس نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا کہ حفظِ قرآن پر آمادہ نہ تھا۔ کاش کسی نے اسے اسلام کے حقیقی تصور سے آشنا کیا ہوتا۔

قرآن پاک کی آیات سن کر دل پگھل جاتے ہیں۔ جس پیمبر ﷺ پر وہ اتری، اللہ نے سب جہانوں کے لیے اُسے رحمت بنا دیا۔ قرآن پاک میں لکھا ہے: میرے ان بندوں سے کہہ دیجئے، جنہوں نے اپنی زندگیاں ضائع کر دیں، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ کیا اس خاتون نے فقط یہ سن رکھا تھا کہ جس کی اولاد حفظ کر لے، بہشت کا دروازہ اُس پر کھول دیا جائے گا؟ لیکن کیا اسے معلوم نہ تھا کہ پیمبر ﷺ نے اولاد سے کس سلوک کی تاکید کی تھی؟ پندرہ برس ہوتے ہیں، میں نے اپنے بیٹوں کو حفظِ قرآن کے لیے مدرسے بھیجا۔ تیسرے ہی دن بچوں نے بتایا کہ ماحول ناقابل برداشت ہے۔ یکا یک مجھے ملتان کا ایک دارالعلوم یاد آیا جس کے سربراہ نے بڑے فخر سے کہا تھا: میرے والد بہت ہی سخت گیر تھے۔ اس قدر سختی سے انہوں نے ہماری تربیت کی کہ بگڑنے کا امکان ختم ہو گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ خفیہ طور پر یہ صاحب صوبائی حکومت سے ایک وزیر کی مراعات پاتے ہیں۔ پھر یہ خبر بھی سنی کہ برطانوی خفیہ ایجنسی ایم آئی سکس بھی، جو سی آئی اے کے بعد پاکستان میں سب سے زیادہ سرگرم ہے، ان کی مدد فرماتی ہے۔ ٹیلی ویژن کے ایک پروگرام میں، جب میں نے علماء کے ایک اجلاس کی رُوداد بیان کی، جس نے معصوم شہریوں پر خودکش حملوں کی مذمت سے انکار کر دیا تھا تو اس نامور عالمِ دین نے چیخ کر کہا: تم جھوٹ کہتے ہو۔ تبلیغی جماعت کے بانی نے اپنی خودنوشت میں ایک واقعہ لکھا ہے: چار برس کی عمر میں وہ مخمل کا ایک تکیہ اٹھائے پھرتے تھے۔ ایک دن ان کے والد اس پر برہم ہوئے اور پوچھا کہ یہ تکیہ کس کا ہے؟ بچے نے جواب دیا میرا۔ اس پر تکیہ چھین لیا گیا اور بے دردی سے پٹائی کی گئی۔ کتاب میں لکھا ہے: بچے کے ذہن سے بزرگوار ملکیت کا احساس نکال دینے کے آرزومند تھے۔ جن صاحب سے یہ کتاب میں نے عاریتاً لی تھی، انہیں فوراً ہی واپس کر دی تو وہ حیران ہوئے اور سبب پوچھا۔ عرض کیا: ملکیت کا احساس گناہ ہے اور کیا مار پیٹ سے ختم ہو جائے گا؟ یہ بھی کہا: غور فرمائیے کہ اگر عالی مرتبت ﷺ اپنے پیارے نواسوں حسنؓ اور حسینؓ میں سے کسی کو ایک لبھانے والی کسی چیز کے ساتھ دیکھتے تو کیا کرتے؟

المیہ یہی ہے۔ ہمارا دین اور ہمارا اندازِ فکر اپنے ماں باپ، ماحول، اساتذہ اور مکتبِ فکر سے پروان چڑھتا ہے۔ غور و فکر کو کوئی دخل اس میں نہیں ہے۔ ہم یہ جاننے کی کوشش کرتے ہی نہیں کہ مشفق و مہربان پیمبر ﷺ کا قرینہ کیا تھا۔ اس باب میں قولِ رسول ﷺ کیا ہے اور اللہ کی کتاب کیا کہتی ہے۔ کیڑے مکوڑوں کی طرح، دنیا کے دھندوں میں پھنسے ہوئے ہم لوگ علمی رہنمائی کے لئے اس ملّا کے محتاج ہیں، جو خود قابلِ رحم ہے۔ جس کے بارے میں اقبال نے کہا تھا: دینِ ملّا فی سبیل اللہ فساد اور یہ بھی۔

میں جانتا ہو انجام اس کا
جس معرکے میں ملّا ہوں غازی

ملّا کے بارے میں حکیم الامّت کے اڑھائی سو اشعار ہیں اور سب مذمت میں۔ ہم بھی رُک کر سوچتے ہی نہیں کہ آخر کیوں؟ اقبال مولوی سے اس قدر نالاں کیوں تھے؟ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ایک بار یہ کہا تھا: برصغیر میں اسلام مدرسوں سے آیا اور اسی راہ سے رخصت ہو رہا ہے۔ مجھ سمیت، بہت سے لوگوں کو اس قول کے اوّل حصے سے اختلاف ہو سکتا ہے کہ اسلام کے فروغ میں عالی قدر صوفیاء کا کردار سب سے زیادہ ہے مگر دوسرے سے کسی کو نہیں۔

(روزنامہ دنیا فیصل آباد، مورخہ 22 جنوری 2013ء)

ہم کون لوگ ہیں

یاسر پیرزادہ اپنے کالم ''ذرا ہٹ کے'' میں زیر عنوان ''کون لوگ ہیں ہم'' میں رقمطراز ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ پر لکھی گئی کتب کی کمی نہیں تاہم اب ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ ہم ان لکھی ہوئی باتوں پر عمل بھی کریں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہم ہر سال عید میلاد النبیؐ کے موقع پر محافل میلاد منعقد کروانے کے ساتھ ساتھ علمی مباحث کو بھی فروغ دیں جن کا رواج اس لئے ختم ہوتا جا رہا ہے کہ شدت پسندی کی وجہ سے کوئی مخالفانہ نقطہ نظر ہی سننے کو تیار نہیں۔ اور اس عدم برداشت کا نقصان سب سے زیادہ خود مسلمانوں کو پہنچ رہا ہے۔ گستاخ رسول ﷺ اور دیگر جہنمیوں کی بات دوسری ہے، ان کا مقصد کسی قسم کی علمی بحث نہیں بلکہ فقط اشتعال دلا کر مسلمانوں کے جذبات کی دل آزاری کرنا ہے اور وہ بھی آزادی اظہار کی آڑ میں حالانکہ یہ آزادی اگر ان کی والدین کی شان میں گستاخی کے ضمن میں استعمال کی جائے تو زیادہ مناسب بات ہوگی۔ ان کے علاوہ مغرب میں آئے دن کوئی نہ کوئی ''محقق'' اٹھتا ہے اور غیر مستند حوالوں یا روایتوں کی مدد سے اسلام پر حملے شروع کر دیتا ہے، جس کا جواب دینے کی بجائے ہم اس کی کتاب پر پابندی لگا دیتے ہیں حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان رکیک حملوں کا مدلل اور مستند جواب دیا جائے جس کی اہلیت بلاشبہ جید علمائے کرام میں موجود ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جس سے ہم روز آخرت حضرت محمد ﷺ کی شفاعت سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ کام وہی علمائے کرام انجام دے سکتے ہیں جو اسوۂ حسنہ پر چلنے کی تلقین ہی نہ کرتے ہوں بلکہ خود بھی آقا ﷺ کے راستے کے مسافر ہوں، اس آقا ﷺ کے جس کے کپڑوں پر پیوند لگے ہوتے تھے اور جو اپنی ضرورت سے زیادہ ہر شے دوسروں کو بانٹ دیا کرتے تھے۔ ہم جوش خطابت میں تو اس آقا ﷺ کی مثالیں دیتے ہیں مگر اپنی تقریر ختم کرتے ہی کلاشنکوفوں کی چھاؤں میں باہر آتے ہیں اور لینڈ کروزر سے نچلے درجے کی گاڑی میں بیٹھنے کو توہین سمجھتے ہیں۔ کون لوگ ہیں ہم!

(روزنامہ جنگ لاہور مورخہ 27 جنوری 2013ء)

کردار میں تبدیلی

ایثار رانا اپنے کالم ''پریشر گروپ'' میں زیر عُنوان ''ہماری دُعائیں بے اثر کیوں؟'' میں تحریر کرتے ہیں:۔

آج پاکستان شدید ابتری بلکہ بے برکتی کا شکار ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ سب چیزوں سے برکت اڑ گئی۔ تنخواہیں دیکھو تو نوٹوں کے پہاڑ ملتے ہیں لیکن پہلی شروع ہوتی ہے اور دس تک سب کچھ اڑ چکا ہوتا ہے۔ بچوں پر محنت کر لو ان کا کردار انٹرنیٹ اور میڈیا میں دھنستا چلا جاتا ہے۔ نیٹ اور میڈیا سب سے بڑی حقیقت ہے کون ان کا منکر ہے۔ میں تو برکت کی بات کر رہا ہوں آج کی نسل کے پاس انفارمیشن ہے لیکن تعلیم ہے نہ کردار میں بانکپن۔ جسے دیکھو اداس پریشان۔ یہ ملک ہم نے کیوں حاصل کیا تھا میں اس بحث میں نہیں پڑتا کہ قائداعظم مسلم مملکت چاہتے تھے یا سیکولر۔ لیکن یہ بات تو سچ ہے کہ اس ملک کو مسلمانوں نے دوقومی نظریے کے تحت حاصل کیا۔ جس ملک کو اللہ اور اس کے نبی ﷺ کے نام پر حاصل کیا آج وہاں اللہ نظر آتا ہے نہ اس کا خوف، لوٹ مار، رشوت جھوٹ، فریب، فراڈ ہم ایک تباہ حال قوم ہیں ہم اللہ کو مانتے ہیں۔ لیکن اس کی ایک نہیں مانتے۔

کہیں تو کوئی کمی، کہیں تو کوئی کھوٹ ہے، ہم سب مسلمان ہیں اور بڑے دعوے دار بھی اللہ اور اس کے نبی ﷺ کے لئے موت بھی قبول کرنے والے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہماری دعاؤں میں اثر نہیں رہا؟ زلزلے، سیلاب، قدرتی آفات ہمارا مقدر کیوں؟ موت بے بسی کی موت، چاروں طرف آگ اور خون کا کھیل ہی کیوں؟ کہیں تو کچھ گڑبڑ ہے۔ کہیں تو ہم غلط ہیں۔ ہم مذہب کے نام پر لڑنے مرنے کو تیار ہیں لیکن اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کو تیار نہیں۔

ہمارے بعض علماء کا کردار کیا رہ گیا ہے۔ عام انسانوں سے مختلف جُثے، لمبی لمبی گاڑیاں، کئی کئی گھنٹوں کی تقاریر، مدرسوں اور تنظیموں کے نام پر بڑی بڑی جائیدادوں کی ملکیت؟ جب ہمارے کردار کھوکھلے ہو جائیں، جب ہم اس قدر بے عمل ہو جائیں کہ سچ اور جھوٹ کا فرق بھول بیٹھیں، نیکی اور بدی کی تمیز کھو بیٹھیں، حق اور ناانصافی کا احساس ختم ہو جائے، سچ ہمارے حلقوم میں پھنسنے لگے، اسلامی تعلیمات کی رسی ہمارے ہاتھ سے پھسلنے لگے، جب ہم فرقوں، گروہوں میں بٹنے لگیں تو پھر معاشرے سے برکت ختم نہیں ہوگی تو اور کیا ہوگا؟ زمانے بھر کی پھٹکاریں ہمارا مقدر نہیں ٹھہریں گی تو اور کیا ہوگا؟ ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں، بارشیں اس وقت آتی ہیں جب دھرتی کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کچھ بھی تو ہمارے حق میں نہیں جا رہا۔

دکھ اس بات کا نہیں کہ نوجوان نسل جشن عید میلاد النبیؐ کے تصور اور اس کی روح سے دور سے دور ہوتی جا رہی ہے بلکہ دکھ اس بات کا ہے کہ علماء جن کی خاص ذمہ داری ہے اس نسل کو کچھ بتانے اور سمجھانے پر تیار نہیں۔ وہ بے چارے تو خود فرقوں کی چھوٹی چھوٹی دیواریں کھڑی کرنے میں مصروف ہیں۔ اس سے زیادہ دکھ کی اور کیا بات ہوگی کہ ہم گستاخانہ خاکوں کے خلاف رحمۃ للعالمینؐ کی عظمت کا پرچم تھام کر باہر نکلتے ہیں اور پھر رستے میں آنے والی کسی چیز کو نہیں بخشتے۔ کیا پیغام دیتے ہیں ہم دنیا کو؟ کیا یہ ہمارا کردار ہے؟ کیا یہ ہم نے تعلیمات سے سیکھا ہے کہ ہم جن کے نام پر جلوس نکال رہے ہیں۔ انہوں نے ہمیں امن کا پیغام نہیں دیا، محبت کا پیغام نہیں دیا، دوسروں کو زندہ رہنے اور جینے کا موقع فراہم کرنے کا سبق نہیں پڑھایا جن املاک کو ہم نقصان پہنچاتے ہیں کیا وہ یہودیوں کی ملکیت ہوتی ہیں۔ ہم نے اپنی مساجد علیحدہ کر دی ہیں۔ کیا یہ بھی کے جی بی، را، موساد، سی آئی اے کا کارنامہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یقیناً مجھے تکلیف

باقی صفحہ 5 پر

ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے پروگرام (پاکستانی وقت کے مطابق)

پروگراموں میں 20,15 منٹ کی کمی بیشی یا تبدیلی کی جاسکتی ہے

21 مئی 2013ء

12:30 am	ریئل ٹاک
1:40 am	راہ ہدیٰ
3:15 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 17 مئی 2013ء
4:40 am	سیرت حضرت مسیح موعود
5:00 am	ایم۔ٹی۔اے عالمی خبریں
5:20 am	تلاوت قرآن کریم
5:30 am	ان سائیٹ
5:55 am	الترتیل
6:30 am	دارالبرکات بیت الذکر کا افتتاح
7:35 am	کڈز ٹائم
8:10 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 17 مئی 2013ء
9:00 am	تامل سروس
9:30 am	اسلامی مہینوں کا تعارف
9:55 am	لقاء مع العرب 9 جولائی 1996ء
11:00 am	تلاوت قرآن کریم اور درس حدیث
11:30 am	یسرنا القرآن
12:00 pm	خدام الاحمدیہ جرمنی اجتماع 18 ستمبر 2011ء
1:00 pm	ان سائیٹ
1:30 pm	Fraser Island
2:00 pm	سوال و جواب 5 ستمبر 1998ء
3:00 pm	انڈونیشین سروس
4:00 pm	سندھی سروس 17 مئی 2013ء
5:05 pm	تلاوت قرآن کریم
5:30 pm	یسرنا القرآن
6:00 pm	ریئل ٹاک
7:00 pm	بنگلہ پروگرام
8:00 pm	سپینش سروس
8:15 pm	آؤ کہانی سنیں!
9:00 pm	سیرت النبی ﷺ
10:00 pm	علم الابدان
10:30 pm	یسرنا القرآن
11:00 pm	ایم۔ٹی۔اے عالمی خبریں
11:30 pm	خدام الاحمدیہ یوکے اجتماع

22 مئی 2013ء

12:30 am	عربی سروس 17 مئی 2013ء
1:30 am	ان سائیٹ
2:00 am	کہانی سنیں!
2:30 am	Fraser Island
3:00 am	سیرت النبیؐ
4:00 am	سوال و جواب
5:00 am	ایم۔ٹی۔اے عالمی خبریں
5:15 am	تلاوت قرآن کریم اور درس حدیث
5:50 am	یسرنا القرآن
6:15 am	خدام الاحمدیہ جرمنی اجتماع
7:20 am	علم الابدان
7:45 am	Fraser Island
8:20 am	آؤ کہانی سنیں!
9:00 am	سیرت النبی ﷺ
9:55 am	لقاء مع العرب
11:00 am	تلاوت قرآن کریم اور درس حدیث
11:30 am	الترتیل
12:00 pm	جلسہ سالانہ قادیان 28 دسمبر 2011ء
1:00 pm	ریئل ٹاک
2:05 pm	سوال و جواب 15 جون 1996ء
3:10 pm	انڈونیشین سروس
4:15 pm	سواحیلی سروس
5:10 pm	تلاوت قرآن کریم
5:25 pm	الترتیل
6:00 pm	خطبہ جمعہ 10 راگست 2007ء
7:00 pm	بنگلہ سروس
8:05 pm	دینی و فقہی مسائل
8:45 pm	فیتھ میٹرز
9:45 pm	میدان عمل کی کہانی
10:30 pm	الترتیل
11:00 pm	ایم۔ٹی۔اے عالمی خبریں
11:20 pm	جلسہ سالانہ قادیان

نکاح

❁ مکرم عبدالسمیع خان صاحب ایڈیٹر روزنامہ الفضل تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے بیٹے مکرم عطاء المنعم رضوان صاحب جرمنی کے نکاح کا اعلان مکرم مولانا مبشر احمد کاہلوں صاحب مفتی سلسلہ نے 28۔اپریل 2013ء کو بعد نماز ظہر بیت المبارک میں مکرمہ صائمہ لطیف صاحبہ بنت مکرم لطیف احمد خان صاحب راولپنڈی کے ساتھ 7 ہزار یورو حق مہر پر کیا۔عطاء المنعم مکرم عبدالرشید خان صاحب مرحوم صدر محلہ دارالعلوم وسطی ربوہ کا پوتا اور مکرم حافظ عبدالکریم خان صاحب خوشاب کی نسل سے ہے۔عزیزہ صائمہ لطیف مکرم محمد صدیق خان صاحب صدر حلقہ پشاور روڈ غربی ضلع راولپنڈی کی پوتی ہے۔احباب سے اس رشتہ کے بابرکت ہونے کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

نکاح فارم ایک اہم دستاویز ہے

(اس کو انتہائی احتیاط سے پر کریں)

❁ نکاح فارم نہایت اہم دستاویز ہے۔اس کو انتہائی احتیاط سے پُر کرنا چاہئے۔کسی سرکاری دفتر میں ایسا کام ہو جہاں ازدواجی حیثیت کو ظاہر کرنا ہو جیسے شناختی کارڈ بنواتے ہوئے یا کسی ایمبیسی کا کیس ہو اسی نکاح فارم کی ضرورت پڑتی ہے۔جہاں اس کی اہمیت بہت زیادہ ہوگئی ہے وہاں ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم پوری ذمہ داری کے ساتھ اس کو پُر کریں۔اگر نکاح فارم پُر کرتے ہوئے درج ذیل باتوں کا خیال رکھا جائے تو بہت سے مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔

(1) ہدایات کا وہ صفحہ جو ہر نکاح فارم کی کاپی کے ساتھ لگا ہوتا ہے اچھی طرح پڑھ لیا جائے اور اس میں لکھی ہوئی ہدایات کے مطابق فارم پُر کیا جائے تو کئی قسم کی دقتوں سے بچا جا سکتا ہے۔

(2) لڑکے اور لڑکی کا نام لکھتے ہوئے تمام کوائف (نام رولدیت رتاریخ پیدائش وغیرہ) برتھ سرٹیفکیٹ رشناختی کارڈ اور پاسپورٹ کے مطابق لکھے جائیں۔خاص طور پر نام درست لکھا جائے۔

(3) تاریخ پیدائش لکھتے ہوئے سرکاری کاغذات کو مدنظر رکھا جائے۔جس کاغذ کی بنیاد پر آپ نے اپنے تمام سرکاری کاغذات تیار کئے ہیں یا کروانے ہیں اسی کے مطابق نکاح فارموں پر تاریخ پیدائش لکھی جائے۔

(4) تحریر صاف اور خوشخط ہو۔کالی سیاہی استعمال کی جائے۔کٹنگ نہ کی جائے اور نہ ہی بلینکو وغیرہ یا مٹانے کے لئے کوئی ایسی چیز استعمال کی جائے جس سے فارم مشکوک ہوتا ہو۔اگر کسی وجہ سے کوئی ایسی غلطی ہوگئی ہے تو بہتر ہے کہ نکاح سے قبل سارا نکاح فارم دوبارہ پر کر لیا جائے۔تھوڑی سی دیر آپ کو بڑی پریشانی سے بچا سکتی ہے۔

(5) نکاح کے بعد فارم پر کسی غلطی کی صورت میں قطعاً اس پر کوئی کسی بھی قسم کی تبدیلی از خود نہ کریں بلکہ نظارت سے رجوع کریں اور باقاعدہ درخواست دے کر طریقہ کار کے مطابق اس پر تبدیلی کروائیں۔اگر آپ نے خود نکاح فارموں پر تبدیلی کر لی اور اس کو کسی جگہ پیش کر دیا۔جب اس نکاح فارم کی تصدیق دفتر سے کی جائے گی تو دفتر اس کی تصدیق نہیں کرے گا۔جس کی وجہ سے آپ کو کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا پھر اس معاملے میں دفتر بھی آپ سے کسی قسم کا تعاون نہیں کرے گا۔

ان تمام پیچیدگیوں سے بچنے کے لئے بہتر ہے کہ نکاح فارم کو پر کرتے ہوئے انتہائی احتیاط کی جائے اور تمام کوائف سرکاری کاغذات کے مطابق لکھے جائیں اور کوشش کی جائے کہ اعلان نکاح سے مناسب وقت پہلے نکاح فارم مکمل کر لیا جائے تاکہ تمام ضروری کاغذات کو دیکھا جا سکے۔اگر کوئی کمی یا خامی پائی جائے تو درستی کے لئے وقت کی گنجائش ہو۔اگر کسی معاملے میں کوئی دقت یا پریشانی ہو تو دفتر سے راہنمائی لینے میں بھی آسانی ہو۔نظارت سے رابطے کے لئے نکاح فارموں پر ہی نظارت رشتہ ناطہ کا پوسٹل ایڈریس، فون نمبر اور فیکس نمبر لکھا ہوا ہے کسی بھی ذریعہ سے رابطہ کر کے راہنمائی لی جا سکتی ہے۔

(ناظر اصلاح وارشاد رشتہ ناطہ)

عجائبات عالم

ماؤنٹ رشمور

امریکہ کی قومی زیارت گاہ

امریکہ کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو اس کے چار ابتدائی صدور نے اپنی قوم اور ملک کی تعمیر و ترقی اور عروج کیلئے سمت اور راستے کا تعین کیا۔ امریکی قوم نے اپنے ان محسنوں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے ایک انوکھا طریقہ نکالا اور ساؤتھ ڈکوٹا کی سیاہ پہاڑیوں پر چار امریکی صدور جارج واشنگٹن، تھامس جیفرسن، ابراھام لنکن اور تھیوڈور روز ویلٹ کے چہرے تراش کر ''ماؤنٹ رشمور نیشنل میموریل'' کے نام سے ایک قومی زیارت گاہ بنائی۔ یہ ایک بہت بڑا منصوبہ تھا جسے 1927ء سے 1941ء کے دوران 14 سال کے عرصے میں مکمل کیا گیا۔

یہ قومی یادگار بنانے کا خیال جنوبی ڈکوٹا کے تاریخ دان رابنسن نے پیش کیا تھا جسے امریکہ میں ڈنمارک کے ایک تارک وطن مجسمہ ساز گٹزان بورگلم کی نگرانی میں مکمل کیا گیا۔ 1925ء میں وفاقی اور ریاستی حکومتوں نے اس منصوبے کی منظوری دی اور دو سال بعد کیلون کولنج نے ماؤنٹ رشمور پر تیار ہونے والے ان مجسموں کو قومی زیارت گاہ کا نام دیا۔ 1745 میٹر بلند رشمور کی پہاڑی کا انتخاب اس لئے کیا گیا تھا کہ یہ بہترین گرینائٹ کی چٹان تھی جسے عمدہ طریقے سے تراشا جاسکتا تھا۔ یہ ایک ایسا کام تھا جسے مکمل ہونے میں 14 سال لگے اور جس پر 350 افراد نے کام کیا۔ اس منصوبے پر 9 لاکھ 90 ہزار ڈالر لاگت آئی۔ اس رقم کا 84 فیصد وفاقی حکومت نے فراہم کیا اور باقی رقم پرائیویٹ عطیات کے ذریعے جمع کی گئی۔

دوسری جنگ عظیم شروع ہو جانے کی وجہ سے دنیا کے اس سب سے بڑے مجسمے کی تقریب رونمائی مسلسل ملتوی ہوتی رہی اور بالآخر 4 جولائی 1991ء کو ماؤنٹ رشمور نیشنل میموریل کے بننے کے 50 سال بعد اس کی ڈیڈیکیشن تقریب منعقد کی گئی۔ چاروں صدور کے چہروں کے یہ مجسمے ٹھوڑی سے سر تک 18 میٹر لمبے ہیں جو 1745 میٹر بلند چوٹی پر بنائے گئے ہیں۔

فاتح جیولرز
www.fatehjewellers.com
Email:fatehjeweller@gmail.com
ربوہ فون نمبر: 0476216109
موبائل 0333-6707165

ایم ٹی اے کے پروگرام

23 مئی 2013ء

12:30 am	ریئل ٹاک
1:35 am	دینی وفقہی مسائل
2:20 am	میدان عمل کی کہانی
3:00 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 10 راگست 2007ء
3:55 am	انتخاب سخن
5:00 am	ایم۔ٹی۔اے عالمی خبریں
5:20 am	تلاوت قرآن کریم اور درس حدیث
5:45 am	الترتیل
6:15 am	جلسہ سالانہ قادیان
7:20 am	دینی وفقہی مسائل
8:05 am	جماعت احمدیہ کے بارے میں 120 سالوں میں ہونے والی مخالفانہ کارروائیاں
8:55 am	فیتھ میٹرز
9:50 am	لقاء مع العرب
11:00 am	تلاوت قرآن کریم اور درس حدیث
11:30 am	یسرنا القرآن
11:45 pm	حضور انور کا 2 راکتوبر 2004ء کو بیت الذکر بریڈفورڈ کا افتتاح اور ہارٹلے پول کی بیت المہدی کا سنگ بنیاد
1:00 pm	Beacon of Truth (سچائی کا نور)
2:05 pm	ترجمۃ القرآن کلاس
3:05 pm	انڈونیشین سروس
4:10 pm	پشتو سروس
5:00 pm	تلاوت قرآن کریم
5:25 pm	یسرنا القرآن
5:55 pm	Beacon of Truth (سچائی کا نور)
7:00 pm	Shotter Shondhane
8:00 pm	کسر صلیب
8:30 pm	Maseer-e-Shahindgan
9:10 pm	آئینہ
9:40 pm	ترجمۃ القرآن کلاس
10:40 pm	یسرنا القرآن
11:00 pm	ایم۔ٹی۔اے عالمی خبریں
11:20 pm	حضور انور کا دورہ مغربی افریقہ

خبریں

سابق وزیراعظم گیلانی کا بیٹا اغواء سابق وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کے بیٹے اور پنجاب اسمبلی کے حلقہ 200 کے امیدوار علی حیدر گیلانی کو نامعلوم افراد نے اغواء کرلیا۔ ملزموں کی فائرنگ سے علی حیدر گیلانی کے سیکرٹری محی الدین اور ایک سیکیورٹی گارڈ جاں بحق جبکہ 5 افراد زخمی ہو گئے۔

ایل ڈی اے پلازہ میں خوفناک آگ، 8 افراد جاں بحق ایجرٹن روڈ لاہور میں عمارتوں کی دیکھ بھال کرنے والے ادارے ایل ڈی اے پلازہ میں آگ لگنے سے 8 افراد جاں بحق اور 17 زخمی ہو گئے۔ آگ کے شعلے اور دھواں دور دور تک نظر آتا رہا۔ ریسکیو ٹیمیں شام تک مسلسل آگ بجھانے کی کوشش کرتی رہیں۔ ہیلی کاپٹروں کے ذریعے آگ میں پھنسے ہوئے 20۔ افراد کو بلڈنگ کی چھت سے اٹھا کر ان کی زندگیاں بچائی گئیں۔ آگ کی وجہ بجلی کا شارٹ سرکٹ بتائی جا رہی ہے۔

بھارت میں زخمی قیدی ثناء اللہ دم توڑ گیا

بھارت کے شہر چندی گڑھ میں بھارتی قیدیوں کے تشدد کا نشانہ بننے والا 52 سالہ پاکستانی قیدی ثناء اللہ وہاں کے ایک ہسپتال میں جاں بحق ہو گیا۔ پاکستان نے گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے ذمہ داروں کو انصاف کے کٹہرے میں لانے اور عالمی سطح پر تحقیقات کرانے کا مطالبہ کیا ہے۔ ثناء اللہ کو سیالکوٹ میں سپرد خاک کر دیا گیا ہے۔

تین قطب Three Poles سر کرنے والا پہلا شخص قطب شمالی، قطب جنوبی اور ماؤنٹ ایورسٹ (جو کرہ ارض کے تین کونوں، Three Poles کے طور پر جانے جاتے ہیں) تک پہنچنے والے پہلے شخص کا نام ارسنگ کیگی ہے۔ ناروے سے تعلق رکھنے والے اس مہم جو نے ان تینوں قطب تک پہنچنے کا چیلنج 8 مئی 1994ء کو مکمل کیا تھا۔

Skylite Institute of Information Technology
Educating People
داخلے جاری ہیں
Spoken English
Android/i Phone Apps Development
Computer Basics
Microsoft Office
Graphics Designing
Web Development
Online Marketing
آج ہی تشریف لائیں اور کورسز کے بارے میں مکمل رہنمائی حاصل کریں۔
4/14. 2nd Floor, Gole Bazar Rabwah, PH: 047-6211002, E-mail: siit@skylite.com

ربوہ میں طلوع وغروب 13 رمئی

طلوع فجر	3:44
طلوع آفتاب	5:11
زوال آفتاب	12:05
غروب آفتاب	6:58

سمندر کی طویل ترین لہر 1953ء میں کینیڈا کے صوبے کیوبک میں واقع خلیج اذ کاوا میں مدوجزر کے دوران 16.6 میٹر (54 فٹ 6 انچ) تک اونچی لہریں پیدا ہوئی تھیں۔ یہ اب تک سب سے زیادہ اونچی لہر کا ریکارڈ ہے۔

تیز ترین گٹار پلیئر دنیا میں سب سے تیز رفتاری سے گٹار بجانے کا ریکارڈ برازیلی گٹارسٹ نیا گوابرٹو کے پاس ہے۔ جو نیا گوڈیلا ویگا کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں۔ یہ ریکارڈ نیا گو نے 7 مئی 2008ء کو ناؤ پالو میں ایک مقابلے کے دوران اپنے گٹار کے تاروں پر بغیر کسی غلطی کے 320 بیٹس (Beats) فی منٹ کی رفتار سے انگلیاں چلاتے ہوئے نکولائی رمسکی کولاسکوف کی مشہور دھن ''فائٹ آف دی بمبل بی'' بجا کر قائم کیا تھا۔

میکسیکو میں 80 فیصد قاتلوں کو سزا نہیں ملتی میکسیکو میں 80 فیصد قاتلوں کو سزا نہیں ملتی۔ نئی تحقیق کے مطابق ہر پانچ قاتلوں میں سے چار کو سزا نہیں ملتی۔ حکام قتل کے مقدمات سنجیدگی سے نہیں لیتے اور ان پر توجہ نہیں دی جاتی۔ امریکی خبر رساں ادارے کے مطابق میکسیکو کی ایک شمالی ریاست میں 96.4 فیصد قاتلوں کو کبھی جیل کی سزا نہیں دی گئی۔

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
αδσ
النور ڈیپارٹمنٹل سٹور
مہران مارکیٹ اقصیٰ روڈ ربوہ
FREE HOME DELIVERY
پروپرائٹر: رانا احسان اللہ خاں
047-6215227, 0332-7057097

FR-10